ڈاکٹر شازیہ عنبرین

غلام ہمدانی مصحفی کے تذکرے
(اولین ترتیب، اشاعت اور اعتراضات)

Tazkiras by Ghulam Hamdani Mushafi
(Earliest Complication, Publication and Objection)

Dr. Shazia Ambreen, Assistant Professor, Department of Urdu, Bahauddin Zakaria University, Multan.

Abstract:

The Three Tazkiras of Mushafi: Owje Surya 1199 Hijra, Tazkira-e-Hindi 1209 Hijra and Riaz-ul-Fusaha 1236 Hijra, first appeared as a result of efforts of Baba-e-Urdu Molvi Abdul Haq.
Molvi Abdul Haq edited Tazkira-e-Hindi in 1933 and Riaz-ul-Fusaha in 1934 and published them with a common preface. There was useful information about Mushafi, his times and his poetry. Some changes in their compilation have also been indicated but there is no index.

غلام ہمدانی مصحفی (۱۱۶۰ھ-۱۲۴۰ھ) [۱] کے تین تذکرے ''عقد ثریا'' (۱۱۹۹ھ)، ''تذکرہ ہندی'' (۱۲۰۹ھ)، ''ریاض الفصحا'' (۱۲۳۶ھ) پہلی بار بابائے اُردو مولوی عبدالحق (۱۸۷۰ء- ۱۹۶۱ء) کی کاوشوں کی بدولت منظرِ عام پر آئے۔ ''تذکرہ ہندی'' مولوی عبدالحق نے ۱۹۳۳ء میں جب کہ ''عقدثریا'' اور ''ریاض الفصحا'' اگلے برس ۱۹۳۴ء میں مرتب کر کے مشترک مقدمے کے ساتھ انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد دکن سے شایع کیے۔

''عقدثریا'' فارسی گو شعراء [۲] کا تذکرہ ہے، جو ایک سو سینتالیس (عہد محمد شاہ ۱۱۶۱ھ۔۱۷۴۸ء) سے شاہ عالم (۱۲۰۲ھ۔۱۷۸۸ء) تک کے) فارسی گو ایرانی اور ہندوستانی شعراء پر مشتمل ہے۔ شعراء کی فہرست بلحاظ حروف تہجی مرتب کی گئی ہے۔ مصحفی نے اس تذکرہ میں بالخصوص اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ شعراء کی سوانح اور فن پر بے حد اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے لیکن مصنف تذکرہ کے علاوہ کسی اور شاعر کا نمونۂ کلام شاملِ تذکرہ نہیں ہے۔

مقدّمے میں مولوی عبدالحق نے یہ وضاحت نہیں کی کہ ''عقدِ ثریا'' کا جو نسخہ انھیں دستیاب ہوا اس میں کتنے شعراء کا تذکرہ شامل تھا۔ ان شعراء کا نمونہ کلام تذکرے میں موجود تھا یا انھوں نے خود حذف کر دیا۔ یہ عقدہ قاضی عبدالودود نے حل کیا اور ''عقدِ ثریا'' کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اعتراف کیا کہ ''عقدِ ثریا'' میں سے شعراء کے نمونۂ کلام کے اشعار انھوں نے مولوی صاحب کے کہنے پر حذف کر دیے تھے۔ لکھتے ہیں:

''یہ معلوم ہوا کہ مصحفی کا 'تذکرہ ہندی' انجمن کی طرف سے شایع ہونے والا ہے تو میں نے یہ تحریک کی کہ 'عقدِ ثریا' بھی چھپوایا جائے۔ ڈاکٹر عبدالحق نے مجھ سے اس کی نقل مانگی مگر یہ ہدایت کی کہ مصحفی نے جو منتخب اشعار پیش کیے ہیں وہ حذف کر دیے جائیں۔'' ۳

البتہ مولوی عبدالحق نے مقدّمے میں یہ وضاحت کی ہے:

''(عقدِ ثریا) میں تین قسم کے شعراء کا ذکر ہے۔ اول شعرائے ایران جو ہندوستان میں کبھی نہیں آئے۔ دوسرے وہ شعرائے ایران جو ہندوستان آئے تیسرے ہندوستانی فارسی گو شاعر۔'' ۴

مصحفی نے یہ تذکرہ مرزا قتیل کی تحریک پر لکھنا شروع کیا اور اس تذکرے کی تیاری میں ''بیاضِ قتیل'' اور ان کی یادداشتوں سے بھی بھرپور استفادہ کیا[عقدِ ثریا،ص۲]۔ ''عقدِ ثریا'' کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مصحفی نے مآخذات کا حوالہ بھی دیا ہے اور واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ ''بیاضِ قتیل'' کے علاوہ غلام علی آزاد بلگرامی کے تذکرے ''خزانہ عامرہ'' [عقدِ ثریا،ص۶-۲۱] والہ داغستانی کے تذکرے ''ریاض الشعراء'' [عقدِ ثریا، ص۲۸-۵۷] ''ید بیضا'' اور ''سروِ آزاد'' [عقدِ ثریا،ص۹] سے بھی اس تذکرے کی تیاری میں مدد لی۔ اس کے علاوہ ''عقدِ ثریا'' میں مصحفی نے اکثر شعراء کے سالِ ولادت اور سالِ وفات بھی درج کیے ہیں۔

یہ تذکرہ اُردو شعراء کے مطالعے کے سلسلے میں بھی اہمیت رکھتا ہے کیوں کہ اس تذکرے میں شامل شعراء میں سے بہت سے شاعر ایسے بھی ہیں جن کا کلام اُردو اور فارسی دونوں میں موجود ہے۔ شہاب الدین ثاقب لکھتے ہیں:

''اس (عقدِ ثریا) میں چوالیس شاعر ایسے ہیں جن کا کلام فارسی اور اُردو دونوں میں موجود ہے۔'' ۵

مصحفی نے ''عقدثریا'' کا سال اختتام ۱۱۹۹ھ لکھا ہے لیکن یہ کہیں نہیں بتایا کہ اس تذکرے کا آغاز کب ہوا تھا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ''عقدثریا'' کے داخلی شواہد کی بنا پر تذکرے کے سال آغاز کا تعین ۱۱۹۴ھ کیا ہے۔[۶] تذکرے کا آغاز تمہید مولف سے ہوتا ہے جب کہ اختتام میں خاتمہ بھی ہے اور ترقیمہ بھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''عقدثریا'' کا مذکورہ نسخہ جس کی نقل مولوی صاحب کو خدابخش خاں کے کتب خانے سے دستیاب ہوئی، ۱۲۲۴ھ میں منشی شیونرائن کی فرمائش پر تحریر کیا گیا۔

''بہ خط احقر العباد لمودھر پنڈت۔ درصوبہ لکھنؤ، بیست و چہارم ذی قعدہ، ۱۲۲۴ھ
یوم دوشنبہ برطبق فرمائش منشی شیونرائن صاحب درحویلی مرزا جنگلی تحریر یافت۔''[۷]

مولوی عبدالحق کے مرتبہ نسخے میں سب سے بڑی کمی یہ رہ گئی تھی کہ اس میں صرف شعراء کے حالات نقل کر دیئے گئے تھے اور مصحفی کے علاوہ کسی بھی شاعر کا نمونۂ کلام اس میں شامل نہیں کیا گیا تھا جس کی وجہ سے شامل تذکرہ، تمام شعراء کے کلام کے بارے میں مصحفی کی تنقیدی آراء بے معنی اور بے دلیل محسوس ہوتی تھیں۔ اشاعتِ اول کی اس کمی کو دوسرے ایڈیشن میں دُور کیا گیا۔

''عقدثریا'' کا دوسرا ایڈیشن ''انجمن ترقی اُردو''، پاکستان نے ۱۹۷۸ء میں شایع کیا۔ اس ایڈیشن میں افسر صدیقی نے ''عقدثریا'' کے متن پر نظر ثانی کے ساتھ ساتھ شامل تذکرہ شعراء کا نمونۂ کلام دستیاب تذکروں مثلاً: ''صبح گلشن''، ''روز روشن''، ''مآثر الکرام''، ''سروِ آزاد''، ''شمع انجمن''، ''تذکرہ بے نظیر'' وغیرہ سے ذیلی حواشی میں درج کر دیا ہے۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ شعراء کا جو کلام نمونے کے طور پر حواشی میں درج کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو تذکرے کے اصل نسخے میں تھا البتہ ان اشعار سے شعراء کے کلام کا تھوڑا بہت اندازہ ضرور ہو جاتا ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس اقدام سے تذکرے کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ مصحفی کے تذکروں میں ''تذکرہ ہندی'' بنیادی اہمیت کا حامل ہے بقول مولوی عبدالحق ''ان تینوں تذکروں میں تذکرہ نمبر۲ یعنی ''تذکرہ ہندی'' اصل ہے، باقی دو کو اس کا تکملہ سمجھنا چاہیے۔''[۸]

''تذکرۂ ہندی''، مصحفی نے میر مستحسن خلیق[۹] خلف میر حسن[۱۰] کی فرمائش پر تحریر کیا۔[۱۱] یہ تذکرہ فارسی زبان میں ہے اس میں ۱۹۳ شاعروں کا ذکر ہے جو ایک سو اٹھاسی (۱۸۸) شعراء

اور پانچ شاعرات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بیشتر شعراء مصحفی کے ہم عصر ہیں، جن کا حال مصحفی نے زیادہ تر ذاتی معلومات کی بنا پر لکھا ہے۔ اس لیے ان کے بیانات خاص اہمیت کے حامل ہیں، حالاں کہ مولوی عبدالحق کے نزدیک مصحفی کے بیانات میں تنقیدی حیثیت بہت کم ہوتی ہے۔ ۱۲ اور پھر ہم عصروں کے کلام کے متعلق غیر جانب داری سے رائے کا اظہار کرنا ویسے بھی کارِ دشوار ہے لیکن مصحفی نے اس مشکل کام کو بڑی احتیاط اور خوبی سے نبھایا ہے اور ذاتی تعصبات اور اختلافات کو اپنی رائے پر اثر انداز نہیں ہونے دیا۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مقدموں میں مصحفی کے تذکروں کا تفصیل سے تنقیدی جائزہ لیا ہے:۔

> ''انشاء اللہ خاں اور ان میں کیا کچھ نہیں گزری تھی اور ان بزرگوں نے کون سی بات تھی جو اُٹھا رکھی تھی اس پر بھی جب وہ انشاء کا حال لکھنے بیٹھے تو سچی تعریف اور بے لاگ رائے ظاہر کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ان کی سہ زبانی اور خاص کر فارسی دانی کی بے حد تعریف کی۔'' ۱۳

تذکرے کی زبان فارسی ہے لیکن تکلف اور تصنع سے پاک ہے۔ اس تذکرے کے ذریعے اس کے ادبی مذاق، اندازِ سخن گوئی، شعراء کے حالات زندگی اور طرزِ فکر کے بارے میں بعض نئی معلومات سامنے آتی ہیں۔ ڈاکٹر حنیف نقوی لکھتے ہیں:

> ''انھوں نے اپنے دَور کی ادبی فضا کو جس خوش اُسلوبی کے ساتھ اپنے تذکروں میں سمویا ہے اس کی مثال ان سے قبل کے تذکرہ نگاروں کے یہاں کم نظر آتی ہے۔'' ۱۴

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے ''تذکرہ ہندی'' کی ترتیب و تدوین کرتے ہوئے ''ایشیاٹک سوسائٹی بنگال'' کے نسخے کو بنیاد بنایا۔ ''تذکرہ ہندی'' کا ایک نسخہ خدابخش خاں کے کتب خانے میں جب کہ ایک نسخہ مدرسہ ''ندوۃ العلماء'' کے کتب خانے میں بھی موجود تھا۔ جب مولوی عبدالحق کو ان نسخوں کے بارے میں معلوم ہوا تو انھوں نے ان کی نقول حاصل کیں اور اساسی نسخے کا ان دونوں نسخوں سے تقابل کیا اور اختلافاتِ نسخ ذیلی حواشی میں درج کر دیئے۔

> ''حاشیہ میں ان نسخوں کا حوالہ درج کر دیا گیا ہے (ن۔خ) سے مراد نسخہ کتب خانہ خدابخش خاں ہے اور (ن۔ر) سے نسخہ رام پور، جہاں صرف 'ن' لکھا ہے اس سے بھی نسخہ رام پور مراد ہے۔'' ۱۵

''تذکرہ ہندی'' کے آخر میں خاتمہ اور ترقیمہ کے ساتھ ساتھ قطعات تاریخ بھی درج ہیں جن سے ۱۲۰۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔

چوں از انعام خدائے کار
شد مرتب ایں کتاب دل پزیر
بسکہ در معنی نظیر خود نہ داشت
گفتہ شد تاریخ جلد بے نظیر [۱۶]

مصحفی کا ''تذکرہ ہندی'' اس حوالے سے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں ''تذکرہ شاعرات'' کے عنوان کے تحت تذکرہ کے آخر میں پانچ خواتین شعراء دولہن بیگم، جینا بیگم، گنا بیگم، زینت اور موتی کا ذکر بھی شامل کیا گیا ہے۔ دولہن بیگم اور جینا بیگم کا تعارف نہیں ہے صرف نمونہ کلام شامل ہے جب کہ باقی تین خواتین کے مختصر حالات کے ساتھ نمونہ کلام بھی ''تذکرہ ہندی'' میں موجود ہے۔

''ریاض الفصحاء'' مصحفی کا تیسرا اور آخری تذکرہ ہے۔ 'ریاض الفصحاء' کا نام تاریخی ہے جس سے اس کا سالِ تصنیف ۱۲۲۱ھ نکلتا ہے۔ تذکرے کے آخر میں قطعات تاریخ بھی درج ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۲۲۱ھ تذکرے کا سالِ آغاز ہے اس کا تکملہ ۱۲۳۶ھ میں ہوا ہے۔ ''ریاض الفصحا'' مصحفی کے پہلے دونوں تذکروں سے زیادہ ضخیم ہے۔ یہ بھی فارسی زبان میں ہے اس میں تین سو اکیس (۳۲۱) شاعروں کا ذکر ہے جو پہلے تذکرے میں مذکور ہونے سے رہ گئے تھے۔ شعراء کی ترتیب بالحاظ حروف تہجی ہے۔

''ریاض الفصحا''، ''عقدِثریا'' اور ''تذکرہ ہندی'' کا تکملہ ہے۔ ''عقدِثریا'' میں عہد محمد شاہ (۱۱۶۱ھ۔۱۷۴۸ء) سے عہد شاہ عالم (۱۲۰۲ھ۔۱۷۸۸ء) تک کے فارسی گو شعراء اور ''تذکرہ ہندی'' میں اسی دور کے اُردو گو شعراء کا ذکر تھا جب کہ ''ریاض الفصحاء'' میں مصحفی نے عہدِ شاہ عالم کے ان چند شعراء کو جو کسی وجہ سے مذکورہ بالا دونوں تذکروں میں شامل نہیں ہو پائے تھے اور عہدِ شاہ عالم کے بعد کے قابلِ ذکر شعراء اور معاصرین کو شامل تذکرہ کیا۔ ''ریاض الفصحاء'' میں شعراء کی تعداد ۳۲۱ ہے جن میں ۳۵ فارسی گو ہیں۔ ۱۲ شاعر ایسے ہیں جو فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے اور باقی اُردو شاعر ہیں۔ ''ریاض الفصحاء'' مصحفی نے لالہ چنی لال حریف کی تحریک پر لکھا۔

''ایں تذکرہ لالہ چنی لال حریف کہ آغازش بہ تکلیف مومی الیہ بود، چنیں یافتہ۔'' [۱۷]

''ریاض الفصحا'' میں مصحفی کا انداز ''عقدِ ثریا'' اور ''تذکرہ ہندی'' سے قدرے مختلف ہے، ''ریاض الفصحا'' میں مصحفی نے ہر شاعر کے تعارف میں ایک ہی طریقۂ کار اپنے پیش نظر رکھا ہے۔ مثلاً ہر شاعر کا تعارف کرواتے ہوئے وہ بتاتے ہیں کہ وہ کس کا شاگرد ہے، اس کی عمر کیا ہے؟ اس کا کلام کیسا ہے؟ اگر کوئی قابل ذکر دل چسپ بات ہو تو وہ بھی شامل کر دیتے ہیں اور آخر میں انتخاب کلام دے کر شاعر سے متعارف کرا دیتے ہیں۔ اس تذکرے میں مصحفی نے تاریخوں اور سنین کے تعین کی طرف خصوصی توجہ دی ہے اور شعراء کے حالات بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں مثال کے طور پر شیخ نبی بے ہوش کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''شیخ نبی بے ہوش وطن بزرگانش اکبر آباد است و اوائل جوانی استفادہء شعر از میاں جعفر علی حسرت کردہ برفاقت قمرالدین احمد خاں عرف مرزا حاجی امتیاز دارد شخص دلچسپ و مردم آمیز خوش گفتار است با فقیر از تر دل بہ اُنس پیش می آید، جدش شیخ فیضی (و) ابوالفضل است، عمرش تخمیناً قریب شصت سال خواہد بود از وست۔

آغاز اور انجام محبت نہیں یکساں
انجام تو کچھ اور ہے آغاز ہے کچھ اور ۱۸

بعض شعراء کا تعارف مختصر ہے لیکن انداز اور طریقہ کار یکساں ہے۔

''میر اشرف علی بہتر تخلص جوانِ غریب دلچسپ شاگرد میاں پیر بخش مسرور است عمرش بست سالا خواہد بود، از دست۔''

چرغ نیلی کے نہیں خوش آتے ہیں اختر مجھے
جب سے آتا ہے نظر اُس کان کا گوہر مجھے ۱۹

۱۲۶۱ھ میں ''ریاض الفصحا'' کا آغاز ہوا۔ ۱۲۶۱ھ کا سال مصحفی کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ شاہ عالم بادشاہ کی وفات کا سال ہے اور اُن کے پہلے دو تذکرے عہدِ شاہ عالم تک کے دور کا احاطہ کرتے ہیں۔ مصحفی نے اپنے کام کو وسعت دینے کے لیے اور عہدِ شاہ عالم کے بعد کے شعراء کو شامل کرنے کے لیے ایک نئے تذکرے کی بنیاد ڈالی۔ جس میں ان تمام قابلِ ذکر نئے شعراء اور معاصرین کو بھی شامل کیا جن کی تخلیقی صلاحیتیں ان دو تذکروں کے بعد بروئے کار آئی تھیں۔ اُس وقت لکھنؤ میں ایک ایسی نسل جوان ہو چکی تھی جن کے والدین شاہ جہاں آباد، بہار پنجاب اور صوبہ متحدہ آگرہ وغیرہ کے علاقوں سے آ کر اودھ میں آباد ہوئے تھے لیکن کم و بیش ان سب کی پیدائش اور نشو ونما لکھنؤ اور فیض آباد میں ہوئی تھی۔ اور نئی نسل کے

یہ شعراء اپنے باپ دادا کے وطن سے بے تعلق ہو کر تہذیبی اور معاشرتی سطح پر اب پوری طرح لکھنؤ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی اُن کا اصل وطن تھا اور وہ اُسی تہذیب کے پروردہ اور اُسی کے ترجمان اور نمائندہ تھے۔ نئی نسل کے شعراء کے خدوخال نمایاں کرنے کے لیے مصحفی نے ''ریاض الفصحا'' میں اکثر و بیشتر اُن کی عمریں بھی لکھی ہیں اور اُن کے اُستاد کا نام بھی دیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے نزدیک:۔

''بیشتر شاعروں کے ذکر میں ان کی عمر کو ظاہر کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ لکھنؤ کی اس نئی نسل کو نمایاں کرنا چاہتے تھے۔ جواب تخلیقی سطح پر لکھنؤ میں دادِ سخن دے رہی تھی۔'' [۲۰]

''ریاض الفصحا'' کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح طور پر سامنے آتی ہے اس دور کی جدید شاعری میں ''معنی بندی'' کا رجحان زور پکڑ رہا تھا۔ اور نئی نسل کے اکثر شعراء اسی رنگ کی پیروی کر رہے تھے۔ یہ اور بات تھی کہ یہ رنگ خود مصحفی کو ناپسند تھا۔ لکھنؤ میں جہاں جہاں قابلِ ذکر مشاعرے ہوتے تھے، مصحفی نے ''ریاض الفصحا'' میں اُن کی بھی نشان دہی کی ہے۔ مثلاً مشاعرہ حکیم سید محمد، مشاعرہ مرزا حاجی، مشاعرہ میر صدرالدین صدر، مشاعرہ مرزا تقی ہوس، مشاعرہ حویلی راجہ جھاولال، مشاعرہ لالہ موتی رام وغیرہ۔ [۲۱]

''ریاض الفصحا'' کا نسخہ مولوی صاحب کو کتب خانہ خدابخش سے دستیاب ہوا۔ یہ نسخہ ۱۲۳۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخے کا کاتب 'رمضان بیگ طپاں' ہے۔ اس نسخے کو بنیاد بنا کر مولوی صاحب نے کتب خانہ ریاست رام پور کے نسخے کے ساتھ تقابل کیا اور اختلافات نسخ ذیلی حواشی میں درج کیے۔

مصحفی کے تینوں تذکروں ''عقدِثریا''، ''تذکرہ ہندی'' اور ''ریاض الفصحا'' کی ترتیب و تدوین کے بعد مولوی عبدالحق نے ایک ہی مقدّمہ لکھ کر ان تینوں کے ساتھ شامل کر دیا۔ ڈاکٹر تنویر علوی نے شاید مروتاً لکھا کہ:

''مصحفی کے سوانح و سیرت پر مولانا نے جو نظر ڈالی ہے اس میں بھی یک رنگی و یکسانیت کے پہلو موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ایک مقدمہ دوسرے مقدمے کی تحریر کے وقت سامنے رہا اور استفادے کی صورت نمایاں ہوتی گئی۔'' [۲۲]

حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ ایک مقدّمہ دوسرے مقدّمے کی تحریر کے وقت بالکل سامنے نہیں رہا بلکہ تینوں تذکروں کے لیے مولوی عبدالحق نے ایک ہی مقدّمہ لکھا۔ مصحفی کے سوانحی کوائف میں اشتراک تو فطری امر تھا، لیکن فارسی شاعری اور اس کے تہذیبی محرکات وعوامل پر گفتگو اور اس عہد کی زندگی میں ہندوستانی فارسی گوشعراء کے جو تذکرے لکھے گئے تھے ان سے استفادہ بے حد ضروری تھا بلکہ مصحفی کے تذکروں کی صحیح قدروقیمت کا تعین اس عہد کے دیگر فارسی اور اُردو تذکروں کے تقابلی مطالعہ کے بغیر ممکن نہ تھا لیکن مولوی صاحب نے اس طرف خاص توجہ نہیں دی۔

مولوی عبدالحق کے مرتبہ ''عقدثریا'' (از مصحفی) میں سب سے بڑی کمی یہ تھی کہ مصحفی نے اس میں مذکور ایک سوسینتالیس شعراء کے صرف حالات اور ان کے کلام پر آراء لکھی تھیں لیکن نمونہ کلام صرف ایک شاعر کے علاوہ اور کسی کا درج نہیں تھا اور یہ شاعر خود مصحفی تھا۔ شعراء کے نمونہ کلام کے بغیر ان کے فن پر تنقیدی آراء بے معنی اور بے دلیل سی لگتی ہیں لیکن مولوی عبدالحق نے مقدّمے میں یہ وضاحت نہیں کی کہ 'عقدثریا'' کا جو نسخہ ان کے پاس تھا اس میں مصحفی نے شعراء کا نمونہ کلام درج کیا تھا یا نہیں؟

''عقدثریا'' کی تدوین مولوی عبدالحق نے کتب خانہ خدابخش کے خطی نسخے کو بنیاد بنا کر کی۔ جب انھوں نے اس نسخے کی نقل قاضی عبدالودود سے منگوائی تو انہیں خاص ہدایت کی کہ ''عقدثریا'' میں مصحفی نے جو منتخب اشعار پیش کیے ہیں وہ حذف کردیئے جائیں ۲۳ لیکن مقدّمے میں اس کی وضاحت نہیں کی۔ قاضی عبدالودود نے ''عقدثریا'' کا تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے سب سے پہلا اعتراض مولوی عبدالحق کے اسی فعل پر کیا۔

> ''انھوں نے کسی جگہ یہ نہیں بتایا کہ عقد۲۴ کے اشعار باستثنائے بعض حذف کردیئے گئے ہیں۔ ۲۵ مط کے پڑھنے والے یہ سمجھیں گے کہ خطی نسخوں میں بھی اتنے ہی اشعار ہیں جتنے مط میں ہیں تو یہ ان کا قصور نہ ہوگا۔'' ۲۶

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے مقدّمے میں لکھا کہ 'تذکرہ ہندی' اصل ہے باقی دو کو اس کا تکملہ سمجھنا چاہیے۔'' (مقدّمہ 'عقدثریا' از مولوی عبدالحق، ص۱۳) قاضی عبدالودود کے نزدیک بابائے اُردو کی یہ رائے بھی صحت سے خالی ہے کیوں کہ:۔

> ''ریاض (ریاض الفصحا) کو جس میں فارسی گو اور ریختہ گو دونوں شامل ہیں اور اُردو اور فارسی دونوں کے اشعار موجود ہیں عقد و تذکرہ ہندی کا تکملہ کہا جائے تو شایاں

پذیرائی ہے۔ عقد کو جس کا موضوع تذکرہ ہندی سے مختلف ہے اور جو اس سے قبل وجود میں آ چکا تھا اس کا تکملہ کہنا ٹھیک نہیں۔''۲۷

مولوی عبدالحق نے مصحفی کے تذکروں کی تدوین کرتے ہوئے مصحفی کے سال ولادت کا تعین کرنے کی کوشش بھی کی۔ انھوں نے مصحفی کا زمانہ ولادت ۱۱۴۱ھ اور ۱۱۵۲ھ کے درمیان قرار دیا ہے جب کہ محققین نے ''ریاض الفصحا'' اور مصحفی کے دیوان ششم کے حوالے سے مصحفی کا سالِ پیدائش ۱۱۶۱ھ قرار دیا ہے۔ قاضی عبدالودود بھی اسی سال کو زیادہ قرین قیاس سمجھتے ہیں، لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر عبدالحق نے جو حدیں مقرر کی ہیں وہ قطعاً غلط ہیں انھیں مصحفی کے دیباچے سے جو جلوۂ خضر مصنفہ صفیر بلگرامی میں نقل بھی ہوا ہے ناواقف نہ ہونا تھا، میرا گمان ہے کہ خود مصحفی کو اپنی ولادت کا صحیح سنہ معلوم نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی متجاوز از شصت لکھتے ہیں اور کبھی قریب بہ ہشتاد۔ کل متعلقہ امور پر غور کرنے کے بعد میری رائے ہے کہ ان کی پیدائش ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں ہی ہوئی۔ پہلا سنہ زیادہ قرین قیاس ہے۔''۲۸

بابائے اُردو نے مصحفی کا سالِ وفات ۱۲۴۰ھ متعین کیا۔ اس سنہ پر سب محققین کا اتفاق ہے۔ قاضی عبدالودود بھی اس سالِ وفات کو درست تسلیم کرتے ہیں لیکن بابائے اُردو نے ۱۲۴۰ھ کا تعین جن شہادتوں کی بنا پر کیا اُن کو درست تسلیم کرنے سے گریزاں ہیں۔

''مصحفی ۱۲۴۰ھ میں فوت ہوئے تھے مگر اس سال کی تعیین میں 'گلشن بیخار' مصنفہ شیفتہ سے زیادہ مدد نہیں مل سکتی۔ اس کا آغاز جیسا کہ خود شیفتہ کا بیان ہے ۱۲۴۸ھ میں ہوا اور ۵۰ھ سال انجام ہے (گلشن بیخار، شائع کردہ نوائے ادب) اس بنا پر کہ مصحفی کی وفات کا زمانہ دس برس قبل بتایا گیا ہے یہ کہا جائے کہ ترجمۂ مصحفی ۵۰ھ کا لکھا ہوا ہے تو اسے قبول کیا جا سکتا ہے مگر اس صورت میں اس کی بنیاد پر سال وفات کی تعیین نہیں ہو سکتی۔''۲۹

بابائے اُردو نے مقدمے میں لکھا کہ:۔

''مصحفی ٹانڈے سے ۱۱۸۵ھ کے لگ بھگ لکھنؤ پہنچے یہ نواب شجاع الدولہ (۱۷۵۳ء۔۱۷۷۵ء) کا زمانہ تھا۔ سودا وہاں پہلے سے موجود تھے۔۔۔ ابھی سال ہی رہنے پائے تھے کہ طبیعت اُچاٹ ہوئی اور دلی کا رُخ کیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہاں کوئی سرپرست اور قدرداں نہ ملا اور روزگار کی کوئی صورت نہ نکلی لیکن دلی

میں کیا رکھا تھا۔ حالت پہلے سے بھی بدتر تھی اور تھوڑے دنوں کے بعد ہی دوبارہ لکھنؤ پہنچے۔'' (مقدمہ 'عقد ثریا' از مولوی عبدالحق، ص ۱۰)

قاضی عبدالودود کے نزدیک یہ 'تھوڑے دن' ۱۲سال پر محیط ہیں۔ لکھتے ہیں:

''مقدمہ نگار کا خیال ہے کہ اودھ سے دہلی گئے تو قیام زیادہ نہ رہا۔ تھوڑے دنوں کے بعد ہی پھر لکھنؤ چلے گئے۔ ۱۲ برس کو 'تھوڑے دن' وہی کہہ سکتے ہیں۔ اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس سے بے خبر ہیں کہ مصحفی ۹۸ھ میں لکھنؤ گئے۔'' ۲۹

''عقد ثریا'' کا سنہ تصنیف مصحفی نے خود ۱۱۹۹ھ بتایا ہے۔ مولوی عبدالحق نے بھی مصحفی کی رائے سے مکمل اتفاق کیا ہے۔ جس پر قاضی عبدالودود کو شدید اختلاف ہے:۔

''عقد (عقد ثریا) ۱۱۹۹ھ سے کئی سال قبل شروع ہوا تھا، یہ نہ ہوتا تو ترجمہ حاتم (ولادت ۱۱۱۱ھ) کے آغاز میں ان کی عمر ۸۳ سال نہ درج ہوتی۔ عقد نے ۱۱۹۹ھ میں کتابی شکل اختیار کرلی ہوگی لیکن بعد کو اضافے ہوتے رہے۔ درد (متوفی ۱۱۹۹ھ) کے بارے میں مرقوم ہے کہ وفات کو چند سال ہوئے۔ مضطر کا حال جوز ۱۳ میں ہے ۱۲۱۳ھ میں قلم بند ہوا ہے۔'' ۳۲

مولوی عبدالحق نے ''عقد ثریا'' کی تدوین دو قلمی نسخوں کی مدد سے کی۔ ایک نسخہ خدا بخش خاں کے کتب خانے کا تھا اور دوسرا ''رضا لائبریری'' رام پور کا۔ دونوں نسخے مولوی عبدالحق کے بہ قول بہت غلط اور بدخط تھے۔ تاہم مولوی عبدالحق اس بات سے مطمئن تھے کہ ''مقابلے سے بعض مقامات کی کچھ نہ کچھ تصحیح ہوگئی۔'' (مقدمہ 'عقد ثریا'، از مولوی عبدالحق، ص ۱۹) لیکن قاضی عبدالودود مولوی عبدالحق کے اس اقدام سے ہرگز مطمئن نہیں، لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر عبدالحق کو اعتراف ہے کہ خ و ر (خ = نسخہ خدا بخش لائبریری - ر = نسخہ رضا لائبریری رام پور) بہت غلط ہیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے عقد کے کسی اور نسخے کی طرف رجوع کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ درستی متن کی ایک دوسری صورت یہ تھی کہ فارسی گویوں کے دوسرے تذکروں سے مدد لی جائے۔ ان میں سے بعض کے مصنفین نے عقد سے بھی کام لیا ہے۔ انھوں نے اسے بھی غیر ضروری متصور کیا۔'' ۳۳

قاضی عبدالودود کی تحقیق کے مطابق مصحفی نے ''عقد ثریا'' میں بہت سی غلط معلومات فراہم کی ہیں۔ ان کی لاپرواہی کی بدولت ان کے اپنے بعض بیانات میں تناقض پیدا ہوگیا ہے لیکن مولوی عبدالحق نے ''عقد ثریا'' کے مطالب کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور مصحفی کے ہر بیان

کو جوں کا توں تسلیم کرلیا ہے جب کہ مولوی صاحب کو چاہیے تھا کہ بہ حیثیت مرتب و مدوّن وہ مصحفی کے معاصر تذکرہ نگاروں کے تذکروں سے تقابل کر کے متن کے مطالب کی صحت کی جانچ کرتے لیکن انھوں نے ایسا کرنے کی زحمت نہیں اُٹھائی۔ قاضی عبدالودود کے نزدیک:

''ڈاکٹر عبدالحق نے مطالب عقد کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ ظاہراً انہیں اس کا احساس نہیں کہ عقد میں متعدد اغلاط موجود ہیں۔ مصحفی کی سادہ لوحی کی وجہ سے بعض بازاری گپیں بھی اس میں درج ہوگئی ہیں۔'' ۳۴

مولوی عبدالحق کے مرتبہ ''عقد ثریا'' کے مطبوعہ متن میں بھی بے حد غلطیاں ہیں بلکہ مولانا امتیاز علی عرشی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ''مط کی کوئی سطر غلطی سے پاک نہیں'' ۳۵ یہ تو مبالغہ ہے البتہ اغلاط کی بہتات ضرور ہے۔ بہت سے الفاظ کی جگہ غلط لفظ درج ہیں۔ بہت سی عبارتیں حذف ہیں۔ اختلاف نسخ کی نشان دہی بھی سرسری اور نا قابل اطمینان ہے۔ قاضی عبدالودود نے ''عقد ثریا'' مرتبہ بابائے اُردو مولوی عبدالحق کا ایک غلط نامہ بھی مرتب کیا ہے جس سے بہت سی غلطیاں قلم انداز ہوئی ہیں۔ ۳۶

بابائے اُردو کے مرتبہ و مدوّنہ مصحفی کے تذکرے، ''تذکرہ ہندی'' کے آخر میں درج ذیل عبارت درج ہے: ''ایں تصنیف استاد زمانہ شیخ غلام ہمدانی مرحوم د مصحفی تخلص دارد کتبہ محمد علی بیگ خاک پائے (پاے) جلالی بار دوم شہر صفر ۱۲۳۸ھ تمام شد۔''

('تذکرہ ہندی'، مرتبہ مولوی عبدالحق، ص ۲۸۳)

اس عبارت کے بارے میں مولوی صاحب نے کوئی وضاحت نہیں کی کہ یہ کس نے لکھی یا انھوں نے کہاں سے اخذ کی۔ افسر امروہوی نے مذکورہ بالا عبارت کے حوالے سے بابائے اُردو پر اعتراض کیا کہ ۱۲۴۰ھ سال وفات کیوں قرار دیا اور قاضی عبدالودود نے اعتراض کیا کہ لفظ 'مرحوم' ''تذکرہ ہندی'' کے کاتب کے قلم سے نہیں نکلا، مرتب کا اضافہ ہے۔ لیکن کتب خانہ خدا بخش میں موجود ''تذکرہ ہندی'' کے قلمی نسخے سے یہ متحقق ہوا کہ یہ اضافہ بابائے اُردو کا نہیں بلکہ 'کاتب نسخہ' کا تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ معلوم ہونے کے بعد قاضی عبدالودود نے نہ صرف اپنی غلطی تسلیم کی بلکہ افسر امروہوی کے اعتراضات کو بھی غلط قرار دیا جو کہ قابل تحسین فعل ہے۔ ۳۷

بہ حیثیت مرتب و مدوّن مولوی عبدالحق پر سب سے زیادہ یہی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انھوں نے قدیم متون میں اپنی مرضی اور پسند کے مطابق حذف، اضافے اور ترامیم کی ہیں۔ حالاں کہ یہ بات تدوینِ متن کے اصولوں کے بالکل خلاف ہے۔ مرتب و مدون کا کام مصنف کے متن کو اس کی اصل شکل میں پیش کرنا ہے۔ اپنی پسند اور ترجیحات کے مطابق متن میں حذف و اضافے کرنا نہیں لیکن بابائے اُردو نے بغیر کوئی جواز پیش کیے ''عقدثریا'' (از مصحفی) میں سے مصحفی کا منتخب کیا ہوا شعراء کا نمونہ کلام حذف کر دیا۔ ''ذکرِ میر'' (از میر تقی میر) میں سے فحش لطائف کو خارج کر دیا۔ دریائے لطافت (از انشا اللہ خان انشاء) کے متن سے فحش کلمات حذف کر دیئے۔ انشاء نے حروف تہجی کے لیے نئے اور منفرد نام تجویز کیے تھے۔ ان کو نکال کر متن میں مروجہ حروف تہجی شامل کر دیئے۔ اس کے علاوہ دریائے لطافت کا دوسرا حصہ جو مرزا قتیل نے لکھا تھا اس کا عروض و قوافی کا حصہ متن سے خارج کر دیا۔ مقدّمے میں لکھتے ہیں کہ ''میں نے منطق اور عروض و قوافی کا بیان کتاب سے ترک کر دیا ہے کہ وہ کچھ مفید نہ تھا البتہ بیان و معانی کا بیان بہ طور نمونہ کے رہنے دیا ہے وہ کسی قدر ٹھیک ہے۔'' ۳۸

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے پچاس سال تک لگاتار اُردو تحقیق و تدوین کی خدمت کی، اُردو کی ادبی تاریخ میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جنھوں نے اتنی یکسوئی، لگن اور جنون کے ساتھ اُردو زبان و ادب کی خدمت کی ہو۔ انھوں نے اپنے بے پایاں شوق و تجسس کے سہارے قدیم مخطوطات کی دریافت سے اُردو شعروادب کی تاریخ ہی بدل ڈالی۔ مولوی عبدالحق کو قدیم کلاسیکی متون سے خاص لگاؤ تھا۔ جو بھی قدیم مخطوطہ (شعری یا نثری) انھیں دستیاب ہوتا ان کی اولین کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ اسے جلد از جلد مرتب کر کے شایع کر دیں۔ اس لیے معترضین کا یہ کہنا ہے کہ معیار تدوین کی بجائے زیادہ سے زیادہ قدیم متون کی اشاعت ان کے پیش نظر رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں ایک عجلت دکھائی دیتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ قدیم متون کو جلد از جلد تصحیح و ترتیب کے بعد شایع کرنے کی عجلت۔ اسی عجلت کی بنا پر مذکورہ متون میں اکثر اغلاط راہ پا گئیں لیکن ان کے مدوّن کیے ہوئے بیشتر متون اُردو تدوین کی روایت میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ مثلاً ''سب رس''، ''باغ و بہار''، ''قطب مشتری''، ''جنگ نامہ عالم علی خان''، ''گل عجائب''، ''چمنستان شعراء''، ''انتخاب کلام میر''، ''معراج العاشقین'' وغیرہ۔ ۳۹

ان متون کے ساتھ مولوی عبدالحق نے جو مقدّ مے لکھے وہ ان کی طرف سے انجام دیئے جانے والے کام تدوین کی ذیل میں کلیدی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ مقدّ مے تحقیقی وتنقیدی ہردواعتبار سے قابلِ قدر ہیں۔ بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی:

> ''تفصیل اور جزئیات کو پیش کرتے ہوئے وہ تمام تحقیقی پہلوؤں کی طرف متوجہ رہتے ہیں لیکن ان سے ملی جلی تنقید بھی ان کے یہاں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ان مقدّ مات میں انھوں نے تحقیق وتنقید کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کیا ہے جن کتابوں پر وہ مقدّ مات لکھتے ہیں ان کی لسانی اور ادبی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے وہ تنقید سے بھی کام لیتے ہیں۔''۴۰

مصحفی کے تذکروں کے لیے مولوی عبدالحق نے جو مقدّ مہ لکھا اس میں تفصیل کے ساتھ مصحفی کے سوانحی حالات، ان کا سال پیدائش، تعلیم و تربیت، دلی اور لکھنؤ میں قیام، درباروں سے وابستگی انشاء کے ساتھ معرکہ آرائی اور ان کی تنگ دستی اور عسرت کی داستان اختصار سے بیان کی ہے۔

> ''آخر میں یہ حال ہوگیا تھا کہ یا تو سعادت مند شاگردان کی مدد کرتے تھے یا غزلیں بیچ بیچ کر اپنی بسر اوقات کرتے تھے۔ اس طرح کلام کا بہت سا حصہ دوسروں کی قسمت میں آ گیا۔''۴۱

مصحفی کے عہد، شاعری اور فن پر بھی مولوی صاحب نے تفصیل سے روشنی ڈالی اور خاص طور پر ان کے تینوں تذکروں کا مجموعی جائزہ بھی پیش کیا۔

> ''مصحفی نے اپنے تذکرے صاف اور سیدھی زبان میں لکھے ہیں۔ تکلف، تصنع اور عبارت آرائی سے کام نہیں لیا لیکن بے جا طول نہیں دیا جو حالات جس کسی کے معلوم تھے مختصر طور پر صاف صاف لکھ دیئے ہیں، انہیں حالات کے ضمن میں بھی کہیں کہیں اس زمانے کی شعروشاعری اور اُردوادب کے اُتار چڑھاؤ کی کیفیت بھی معلوم ہوجاتی ہے۔''۴۲

مصحفی کے تین تذکروں کے لیے مشترک مقدمہ لکھتے ہوئے بابائے اُردو نے مصحفی کی سوانح، عہد اور شاعری کے حوالے سے مختلف معلومات جو مختلف تذکروں سے حاصل کیں ان کا حوالہ، حواشی میں صفحہ نمبر کے ساتھ درج کیا ہے۔ مصحفی کے تذکروں کے جو نسخے انھیں دستیاب ہوئے، ان کا مختصر تعارف بھی مقدّ مے میں پیش کیا ہے۔ تینوں تذکروں کی ترتیب و تدوین

میں اختلافاتِ نسخ بھی ذیلی حواشی میں موجود ہیں لیکن تعلیقات، فرہنگ اور اشاریہ کا التزام مولوی صاحب کے مدوّنہ ان تذکروں میں نہیں کیا گیا۔

اُردو زبان، اس کے آغاز و ارتقاء اور مختلف مسائل اور معاملات سے مولوی عبدالحق کی غیر معمولی دل چسپی ان کے مرتبہ و مدوّنہ متون کے مقدّمات میں مختلف رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ وہ اُردو زبان اور اس کے لسانی پہلوؤں پر جگہ جگہ بعض بہت ہی بلیغ اشارے کرتے ہیں، مثلاً ''نکات الشعراء'' کے مقدّمے میں انھوں نے میر کے حوالے سے اُردو زبان کے ابتدائی نام ''ریختہ'' پر اظہار خیال کیا ہے۔ اُردو کے لیے ''زبان اُردوئے معلّٰی'' کا لفظ بھی سب سے پہلے میرؔ نے استعمال کیا۔[۴۳]

''سب رس'' کے مقدّمے میں انھوں نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ وجہی، شمالی ہند اور دکن کی زبان میں فرق کرتا ہے۔ ''یہ پہلا شخص ہے جو اس زبان کو زبانِ ہندوستان کہتا ہے اور یہ اشارہ کافی ہے اس امر کے لیے کہ یہ زبان کہاں سے آئی۔ یہی کتابیں ہیں جو زبان کے محقق اور مورخ کے لیے دلیل راہ کا کام دیتی ہیں۔''[۴۴]

''کہانی رانی کیتکی'' کی زبان کو مولوی عبدالحق نے ''ہندوستانی'' قرار دیا جسے اُردو والے بھی سمجھتے ہیں اور ہندی والے بھی۔ مصحفی کے تذکرے (عقدثریا، تذکرہ ہندی اور ریاض الفصحا) کے لیے مولوی عبدالحق نے جو مقدّمہ لکھا اس میں مصحفی کے حوالے سے ان کی اہم تحقیق یہ ہے کہ 'مصحفی' اُردو شعراء میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے 'اُردو' کا لفظ زبان کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔' (مقدّمہ، عقدثریا، ص ۱۵)

مصحفی نے تذکروں میں جن جن مقامات پر زبان کے لیے'' اُردو'' کا لفظ استعمال کیا ہے مقدّمے میں مولوی عبدالحق نے ان سب مقامات کی نشان دہی کی ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''حضور کے حال میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز شاہ جہاں آباد میں لطف علی خاں ناطق کے گھر پر مشاعرہ تھا۔ میر کی طرحی غزل میں قافیے کے بعد ردیف 'اور' بہ معنی طرف تھی۔ بعضے فصحا نے اسے خلاف ''اُردو'' خیال کرکے اس کی پیروی نہ کی۔''

نثار کے حال میں لکھتے ہیں کہ:

''ادائے زبان اُردو، چناں چہ باید از زبانِ ندرت بیانش می شود''، قہر کے تذکرے میں مرزا قتیل کے متعلق فرماتے ہیں کہ'' اوہم باوصف فارسی گوئی دعوئے اُردو دانی ریختہ داشت''

اسی طرح مہجور کے حال میں لکھا ہے ''سر کتاب در زبان اُردوے ریختہ شکر آمیختہ از خامہ فکرش رونق سواد پذیرفتہ۔'' ۴۵

بہرحال ''عقد ثریا''، ''تذکرہ ہندی''، ''ریاض الفصحا'' کی اولین ترتیب اور اشاعت مولوی عبدالحق کا ایک اہم اور قابلِ ذکر کارنامہ ہے جس کو تاریخ ادب اُردو کا کوئی مورخ، محقق اور طالبِ علم نظر انداز نہیں کر سکتا۔ مولوی عبدالحق نے مخصوص ماحول، محدود وسائل اور بہت کم عرصے میں جتنی زیادہ تعداد میں دکنی ادب کے قدیم شعری و نثری متون کو تصحیح و ترتیب کے بعد شایع کر کے اُردو زبان و ادب کی تاریخ میں شامل کیا اور تحقیق و تدوین کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس کیا بلکہ دوسروں کو بھی اس کا احساس دلایا اور نئے کام کرنے والوں کے لیے خام مواد بھی فراہم کر دیا۔ یقینی طور پر مولوی عبدالحق کا یہ وہ کارنامہ ہے جسے اُردو تدوین کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ غلام ہمدانی مصحفی (۱۱۶۰ھ-۱۲۴۰ھ) بنیادی طور پر اُردو کے شاعر ہیں۔ لیکن فارسی پر بھی اُنھیں کمال قدرت حاصل تھی فارسی میں اُن کے دو دیوان، تین تذکرے اور غیر مطبوعہ ''مجمع الفوائد'' (فارسی اور عربی نثر و نظم کا مجموعہ) اُن کی فارسی دانی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اُنھوں نے عربی میں بھی شاعری کی جس کے کچھ نمونے 'مجمع الفوائد' میں موجود ہیں۔ لیکن اُن کی ساری توجہ اُردو شاعری پر رہی جس کے وہ پر گو شاعر تھے۔ 'عقدِ ثریا' میں اُنھوں نے لکھا ''باوجود مہارتِ کلی در زبان فارسی بمقتضاے رواج زمانہ خود دار در مسلک ریختہ گویاں کشیدہ صرفِ اوقات عزیز در ریختہ گوئی می کرد''، (ص۲)۔ مصحفی کے اُردو دواوین کی تعداد (۹) تھی جن میں سے آٹھ موجود ہیں اور ایک دلی میں چوری ہو گیا تھا۔ مصحفی نے (۲۰) مثنویاں بھی لکھیں جن کو موضوعات کے اعتبار سے ۳ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) عشقیہ (۲) واقعاتی (۳) ہجویہ۔
مصحفی نے قصائد بھی لکھے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مصحفی کے قصائد کی تعداد اتنی ہے جو کسی اور شاعر کے کلیات میں نہیں ملتی۔ اُن کے حمدیہ، نعتیہ، منقبتیہ، سلاطین اور نوابین کی شان میں لکھے جانے والے قصائد کی تعداد ۸۵ ہے۔ مصحفی کو زندگی میں ۳ معرکوں سے بھی واسطہ پڑا جو جرات، انشاء اور شاگردانِ سودا کے ساتھ ہوئے۔ بہ حیثیت اُستاد اُن کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اُردو شاعری کی روایت کا کم و بیش بڑا سلسلہ مصحفی سے منسوب ہے جس میں ''میر خلیق'' کے تعلق سے ''میر انیس'' اور ''ضمیر'' کے تعلق سے ''مرزا دبیر'' کی روایت شاعری اور ''اسیر''

کے تعلق سے ''جلیل'' کی روایت آ جاتی ہے۔ ''آتش'' بھی مصحفی کے شاگرد ہیں لکھنؤ میں روایتِ شاعری کے جتنے سلسلے ہیں وہ سب مصحفی سے جڑے ہیں اور یہ سلسلہ بالواسطہ فراق گورکھ پوری تک جاتا ہے۔

۲۔ مصحفی نے اپنے تذکرے ''عقدِ ثریا'' کوکئی مقامات پر ''بیاض'' بھی کہا ہے۔ بیاض میں ہر قسم اور ہر دور کے شعرا کا کلام شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس شاعر کا کلام بھی شامل کیا جا سکتا ہے جس نے تخلص بھی اختیار نہ کیا ہو جبکہ تذکرے میں اس دور یا زمانی دائرے کے باقاعدہ شاعروں کا کلام و حالات شامل کیے جا سکتے ہیں۔ جس مخصوص دور کے لیے تذکرہ لکھا جا رہا ہے۔ چوں کہ 'عقد ثریا' کو مصحفی نے 'بیاض' کہا اس لیے اس میں فارسی گو شعرا کے ساتھ اُردو کے شعرا کا ذکر بھی کیا۔ مثال کے طور پر قائم کا کوئی دیوان فارسی میں نہیں ہے اور فارسی کلام بھی بہت کم ہے لیکن 'عقد ثریا' کی 'بیاضی حیثیت' کی وجہ سے مصحفی نے قائم کو شامل تذکرہ کیا ہے۔ اس طرح مولوی فخر الدین جو مصحفی کے استاد ہیں اور جنھوں نے بہت کم شعر کہے 'بیاضی حیثیت' کی وجہ سے تذکرہ کے 'خاتمہ' میں شامل کرلیا۔

۳۔ قاضی عبدالودود: ''عبدالحق بحیثیت محقق''، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۵ء، ص ۲۳۴۔

۴۔ غلام ہمدانی مصحفی: ''عقدِ ثریا'' (تذکرہ فارسی گویاں) مرتبہ :بابائے اُردو مولوی عبدالحق،، انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، دکن ۱۹۳۴ء، ص ۵۔

۵۔ شہاب الدین ثاقب: ''بابائے اُردو مولوی عبدالحق حیات اور علمی خدمات''، انجمن ترقی اُردو کراچی ۱۹۸۵ء،، ص ۱۳۶۔

۶۔ ڈاکٹر جمیل جالبی: ''ادبی تحقیق''، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۹۴ء، ص ۳۲۴۔

۷۔ غلام ہمدانی مصحفی: ''عقدِ ثریا''، مرتبہ مولوی عبدالحق، ص ۱۱۲۔

۸۔ ''عقدِ ثریا''، مقدمہ، ص ۱۳۔

۹۔ میر مستحسن خلیق میر حسن کے بیٹے اور میر انیس کے والد تھے۔ مرثیہ گوئی میں اُن کا مقام اتنا بلند ہے کہ اُن کے نام سے جو کلام شایع ہوا اُس کے متعلق مولانا شبلی نے لکھا۔ ''اگر یہ واقعی میر خلیق کا کلام ہے تو بیٹے کو باپ پر ترجیح کی کوئی وجہ نہیں'' (موازنہ انیس و دبیر) میر انیس بھی جا بجا اپنے مرثیوں میں میر مستحسن خلیق کی فصاحت اور روزمرہ کی تعریف کرتے ہیں۔

جفا کہ یہ خلیق کی ہے سر بہ سر زباں

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے۔ 'لکھنؤ کا دبستانِ شاعری' از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی۔ مکتبہ علم و فن، دہلی، ۱۹۶۵ء، ص، ۱۳۳-۱۳۷)

۱۰۔ میر حسن کی وجۂ شہرت مثنوی 'سحر البیان' ہے لیکن اس مثنوی کے علاوہ اُنھوں نے دس مثنویاں مزید بھی لکھیں۔ مثنوی کے علاوہ اُن کے شعری سرمائے میں غزلیات، قصائد، رعبایات، مثلثات، ہجویات،

ترکیب بند، ترجیع بند، مسدس اور فردیات بھی شامل ہیں۔مثنویوں کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن میں اشعار کی مجموعی تعداد گیارہ ہزار ہے۔'سحر البیان' کی شہرت نے میر حسن کی غزل گوئی پر ایسا پردہ ڈالا جواب تک نہیں اُٹھ سکا، میر حسن کا کلام زیادہ تر میر، کم تر اور سودا کے اندازِ شاعری سے ملتا جلتا ہے۔میر حسن نے لکھنؤ آنے کے بعد اور دربار سے تعلق رکھنے کے باوجود دہلوی مزاج اور دہلوی محاورے کو برقرار رکھا اور یہی روایت اُن سے خلیق اور خلیق سے انیس کو ورثے میں ملی۔اسی کا نتیجہ ہے کہ اِن کی زبان تصنع اور تکلف سے پاک، سادہ اور شیریں ہیں۔اس عہد میں جب لکھنؤ میں رعایت لفظی، ضلع جگت اور صنعت گری کا رواج عام ہوا۔میر حسن کا اثر اپنے خاندان پر کارفرما رہا۔یہی وجہ تھی کہ اُنھوں نے اپنے صاحب زادے خلیق کو ناسخ کی شہرت کے باوجود مصحفی کا شاگرد کرایا۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے۔'لکھنؤ کا دبستانِ شاعری' از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی۔مکتبہ علم و فن، دہلی ۱۹۶۵ء، ص، ۱۰۸-۱۳۲)

۱۱۔ غلام ہمدانی مصحفی: ''تذکرۂ ہندی'' مرتبہ: مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، دکن ۱۹۳۳ء، ص۴۔

۱۲۔ ''تذکرہ ہندی''، مرتبہ، مولوی عبدالحق، ص۱۶۔

۱۳۔ ایضاً ص۱۷۔

۱۴۔ ڈاکٹر حنیف نقوی: ''شعرائے اُردو کے تذکرے''، نسیم بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۷۲ء، ص ۵۴۷۔

۱۵۔ تذکرہ ہندی، مرتبہ، مولوی عبدالحق، ص۲۰۔

۱۶۔ ''تذکرہ ہندی''، ص۲۸۳۔'تذکرہ ہندی' کا آغاز کم و بیش 'عقدِ ثریا' کے ساتھ ہی ۱۱۹۴ھ میں دہلی میں ہوا۔اس کے بعد لکھنؤ میں میر خلیق کے تقاضے پر مصحفی نے ۱۲۰۰ھ میں اس کام کو دوبارہ شروع کیا اور مسلسل کئی سال کی محنت کے بعد ۱۲۰۹ھ میں مکمل کیا۔

۱۷۔ ریاض الفصحا، مرتبہ مولوی عبدالحق، ص۳۔

۱۸۔ ایضاً ص۴۶۔

۱۹۔ ایضاً ص۴۷۔۴۸

۲۰۔ ڈاکٹر جمیل جالبی: ''تاریخ ادب اُردو، جلد سوم''، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص۲۰۷۔

۲۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔''ریاض الفصحا''، ص۴۲، ۵۲، ۶۹، ۱۲۰، ۱۳۷، ۲۱۲، ۲۶۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۴، ۳۲۳، ۳۷۴۔

۲۲۔ ڈاکٹر تنویر علوی: ''مولانا عبدالحق اور تحقیق و تدوین''، مشمولہ 'مولوی عبدالحق ادبی و لسانی خدمات''، مرتبہ: ڈاکٹر خلیق انجم، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی ۱۹۹۲ء، ص۱۵۹۔

۲۳۔ قاضی عبدالودود: ''عبدالحق بحیثیت محقق''، ص۲۳۴۔

۲۴۔ 'عقد' سے قاضی عبدالودود کی مراد مصحفی کا تذکرہ 'عقدِ ثریا' ہے۔

۲۵۔ 'مط' سے قاضی عبدالودود کی مراد 'عقدِ ثریا' مرتبہ، مولوی عبدالحق کا وہ 'مطبوعہ نسخہ' ہے جو انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، سے ۱۹۳۴ء میں شایع ہوا۔

۲۶۔ ایضاً،ص۲۳۵۔

۲۷۔ ایضاً،ص۲۳۵۔

۲۸۔ قاضی عبدالودود: ''عبدالحق بحیثیت محقق''، ص۲۳۹۔

۲۹۔ ایضاً،ص۲۳۹۔

۳۰۔ ایضاً،ص۲۳۹۔

۳۱۔ 'ز'سے مراد ''عقد ثریا'' کا وہ نسخہ ہے جو مولوی عبدالحق کو'رضا لائبریری' رام پور سے ملا۔

۳۲۔ ایضاً،ص۲۴۱۔

۳۳۔ ایضاً،ص۲۴۳۔

۳۴۔ ایضاً،ص۲۴۷۔

۳۵۔ مولانا امتیاز علی عرشی: مقدمہ، ''دستور الفصاحت''، ص۸۴۔

۳۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''عبدالحق بحیثیت محقق''، ص۲۴۷ تا ۲۴۹۔

۳۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''عبدالحق بحیثیت محقق''، ص۲۳۹ تا ۲۴۰۔

۳۸۔ دریائے لطافت، مقدمہ طبع اول، ص ن۔ص۔

۳۹۔ اُردو میں تحقیق و تدوین متن کی روایت کا باضابطہ آغاز مولوی عبدالحق سے ہوتا ہے۔ اُردو ادب کی تاریخ جو اٹھارویں صدی سے شروع ہوتی تھی مولوی عبدالحق نے اس تاریخ میں کئی صدیوں کا اضافہ کیا۔ اگر مولوی عبدالحق ''نکات الشعراء'' (میر تقی میر)، ''گل عجائب'' (اسد علی تمنا اورنگ آبادی)، ''تذکرہ ریختہ گویاں'' (فتح علی حسینی)، ''تذکرہ ہندی''، ''ریاض الفصحاء''، ''عقد ثریا'' (مصحفی)، ''مخزن الشعراء'' (نورالدین حسین خاں فائق رضوی)، ''مخزن نکات'' (قائم چاند پوری)، ''چمنستان شعراء'' (لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی)، ''قطب مشتری'' (ملا وجہی)، ''گلشن عشق'' (نصرتی)، ''خواب و خیال'' (میر اثر)، ''جنگ نامہ سید عالم علی خاں'' (غضنفر)، ''دیوان اثر'' (میر اثر)، ''دیوان تاباں'' (عبدالحیٔ تاباں دہلوی)، ''انتخاب کلام میر'' (میر تقی میر)، ''انتخاب داغ'' (داغ دہلوی)، ''سب رس'' (ملا وجہی)، ''باغ و بہار'' (میر امّن)، ''کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کا'' (انشاء اللہ خان انشاء)، ''ذکر میر'' (میر تقی میر)، ''معراج العاشقین'' (خواجہ بندہ نواز گیسودراز)، ''دریائے لطافت'' (انشاء اللہ خان انشاء) جیسے قدیم متون کی ترتیب و تدوین کر کے شائع نہ کرتے تو اُردو شعر و ادب کی تاریخ اپنے اہم ترین مآخذ سے محروم رہتی۔ مولوی عبدالحق کا یہ عظیم ادبی کارنامہ ہے کہ انھوں نے دکنی ادب کی تصنیفات دریافت کیں۔ دکنی اُردو کے بیش بہا مخطوطات نجی کتب خانوں اور خانقاہوں کی الماریوں میں دیمک کی نذر ہو رہے تھے۔ مولوی عبدالحق نے پہلی بار دکنی ادب کے مخطوطات حاصل کر کے ''انجمن ترقی اُردو''، اورنگ آباد کی لائبریری میں داخل کیے، انھوں نے دکنی ادب کے ایسے بہت سے نثر نگاروں اور شاعروں کا تعارف کرایا جن کے نام سے کوئی واقف نہیں تھا۔ دکنیات کے ان قدیم متون کے تعارف سے مولوی عبدالحق نے تاریخ ادبِ اُردو میں ڈھائی سو سال کا اضافہ کیا۔

۴۰۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ''مقدمات عبدالحق''، (مرتبہ)، اُردو اکیڈمی سندھ،۱۹۶۴ء،ص ۳۵۔
۴۱۔ مقدمہ 'عقد ثریا' از مولوی عبدالحق،ص۱۲۔
۴۲۔ ایضاً ص ۱۵۔
۴۳۔ میر تقی میر، نکات الشعراء، مرتبہ، مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد، دکن، ۱۹۳۵ء، ص ۳۔
۴۴۔ ملا وجہی، ''سب رس''، مرتبہ، مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد، دکن، ۱۹۳۲ء، ص ۳۸۔
۴۵۔ 'عقد ثریا'، مرتبہ، مولوی عبدالحق، ص ۱۹۔

کتابیات

۱۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر: ''لکھنؤ کا دبستانِ شاعری''، دہلی، مکتبہ علم وفن، ۱۹۶۵ء۔
۲۔ خلیق انجم، ڈاکٹر: مرتب، ''مولوی عبدالحق، ادبی ولسانی خدمات''، دہلی، انجمن ترقی اُردو،۱۹۹۲ء۔
۳۔ ثاقب، شہاب الدین: ''بابائے اُردو مولوی عبدالحق حیات اور علمی خدمات''، کراچی، انجمن ترقی اُردو، ۱۹۸۵ء۔
۴۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر: ''اَدبی تحقیق''، لاہور، مجلس ترقی اَدب،۱۹۹۴ء۔
۵۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر: ''تاریخ اَدب اُردو''، جلد سوم، لاہور، مجلس ترقی اَدب، ۲۰۰۶ء۔
۶۔ حنیف نقوی، ڈاکٹر: ''شعرائے اُردو کے تذکرے''، لکھنؤ، نسیم بک ڈپو،۱۹۷۲ء۔
۷۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر: مرتب، ''مقدماتِ عبدالحق''، کراچی، اُردو اکیڈمی،۱۹۶۴ء۔
۸۔ قاضی عبدالودود، ''عبدالحق بحیثیت محقق''، پٹنہ، خدا بخش لائبریری، ۱۹۹۵ء۔
۹۔ مصحفی، غلام ہمدانی: ''تذکرہ ہندی''، مرتبہ، مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، انجمن ترقی اُردو،۱۹۳۳ء۔
۱۰۔ مصحفی، غلام ہمدانی: ''ریاض الفصحا''، مرتبہ، مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، انجمن ترقی اُردو،۱۹۳۴ء۔
۱۱۔ مصحفی، غلام ہمدانی: ''عقد ثریا''، مرتبہ، مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، انجمن ترقی اُردو،۱۹۳۴ء۔

O < ------ > O